

## عدالت عظمیٰ رپوس 1996 ایس یو پی پی 5 ایس سی آر

ایس ایچ بیوئے مزدار (مردہ) بذریعے ایل۔آر۔ایس

بنام۔

کلکٹر آف کچر

3 ستمبر 1996

کے۔راماسوامی اور فیژانادین، جسٹسز۔

آسام لینڈ (ریکوزیشن اینڈ ایکوزیشن) ایکٹ، 1948-دفعہ (1A)7، (1A)8-ارضی کے حصول کے لیے معاوضہ-زمین کے زیر زمین، غیر کاشت یا بنجر ہونے کی نوعیت دفعہ (1)7 کا کوئی اطلاق نہیں ہے۔ ایکٹ صوابدیدی نہیں ہے۔ یہ بھارت کا آئین آرٹیکل 14-حصول اراضی قانون، 1894-دفعہ (1)23-

ایچ۔ پی برواہ بنام سبساگر، آسام کے کلکٹر، اے آئی آر (1976) ایس سی 68، کا حوالہ دیا گیا ہے۔

دیوانی اپیلٹ کا دائرہ اختیار: 1994 کی دیوانی اپیل نمبر 1843-

1965 کے ایف اے نمبر 29 میں آسام عدالت عالیہ کے 26.2.82 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل کنندہ کی طرف سے این۔آر۔چودھری اور سوم ناتھ مکھرجی۔

جواب دہندہ کی طرف سے ایس۔این۔چودھری اور ایس۔اے۔سید۔

عدالت کا مندرجہ ذیل حکم دیا گیا:

خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل آسام عدالت عالیہ کے ڈویژن بیچ کے 26 فروری 1982 کو پہلی اپیل نمبر 29/65 میں دیے گئے ایک بہت ہی وسیع اور اچھی طرح سے زیر غور فیصلے سے پیدا ہوتی ہے۔ تسلیم شدہ موقف یہ ہے کہ 13 فروری 1959 کو آسام لینڈ (ریکوزیشن اینڈ ایکوزیشن) ایکٹ، 1948 کے تحت 60 بیگھا زمین کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ بالآخر، ایکٹ کی دفعہ 8(1) اے کے تحت نوٹیفکیشن کی اشاعت کے ذریعے یہ زمین بنگلہ دیش سے آنے والے مہاجرین کی آباد کاری کے لیے عوامی مقصد کے لیے حاصل کی گئی تھی۔ اراضی کے حصول کے افسر نے ایکٹ کے دفعہ 7(1) اے کے تحت نوٹیفکیشن کو لاگو کرتے ہوئے

معاوضے کا تعین کیا 297.69@ روپے تقریباً 300 روپے فی بیگھا۔ اپیل پر، ڈویژن بنچ نے اس کی تصدیق کی ہے لیکن قبضہ کرنے کی تاریخ سے ادائیگی کی تاریخ تک 6 فیصد پرسود کا حکم دیا ہے۔ اس طرح، خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل۔

اپیل گزار کے وکیل، شری چودھری نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین 8 اگست 1872 کو خصوصی کاشت کاری کے لیے حکومت سے عطیہ کے طور پر ملی تھی۔ لہذا، معاوضے کو اراضی کے حصول کے قانون، 1894 (1 آف 1894) (مختصر طور پر، "ایکٹ") کی دفعہ (1) 23 کے تحت متعین کرنے کی ضرورت تھی جیسا کہ ایکٹ کی دفعہ (1) 7 کے تحت تصور کیا گیا تھا۔ جیسا کہ ایکٹ کے دفعہ 7 کی ذیلی دفعہ (1) میں بیان کیا گیا ہے، اس دلیل بنیادی طور پر اس سوال پر مرکوز ہے کہ آیا زمین زیر زمین پڑی ہے یا خصوصی کاشت کے لیے ہے۔ فاضل وکیل کا موقف ہے کہ درج ذیل عدالت عالیان نے دستاویزات کے مندرجات کو صحیح طریقے سے نہیں قابل ہے اور اس تناظر میں قانون کی تشریح کی ہے اور اس لیے اس عدالت کو اس سوال میں جانے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مزید دعویٰ کیا کہ اگرچہ ایکٹ کی دفعہ 7 (1) (اے) جسے خاص طور پر آسام لینڈ (ریگولیشن اینڈ ایکوزیشن) ایکٹ، 1964 میں شامل کیا گیا ہے، اس بات کا اعادہ کرتی ہے جو اس کی دفعہ 11 میں بیان کی گئی ہے، لیکن یہ آئین کے آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی ہے۔ اس کی حمایت میں، وہ سی آر نمبر 28/67 اور بنچ میں پانچ ججوں کی مکمل بنچ کے ججوں میں سے ایک کے 28 ستمبر 1981 کے اختلافی فیصلے پر پختہ انحصار کرتا ہے۔ ریاست کی طرف سے پیش فاضل وکیل شری چودھری نے ایچ پی برواہ بنام سبساگر کے کلکٹر، آسام، اے آئی آر (1976) ایس سی 68 میں اس عدالت فیصلے پر انحصار کرتے قابل دعویٰ کیا کہ یہ تنازعہ مذکورہ فیصلے سے ختم ہوا ہے جس میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ غیر کاشت شدہ یا زیر زمین زمین کے لیے اور یہ کہ دفعہ (1) 7 لاگو ہوتی ہے۔ متعلقہ تنازعات کے پیش نظر، غور کے لیے جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے: حاصل کی گئی زمین کی نوعیت کیا ہے؟

ریفرنس عدالت نے اس جانب سے نمبر 3 جاری کیا اور سوال پر تفصیل سے غور کیا۔ اس نے اس

طرح بیان کیا:

"Ext.12 کے مشاہدے سے میں نے پایا کہ کچھ حدود ہیں حالانکہ زمینیں چھڑائی گئی عطیہ ہیں۔ مجھے آسام لینڈ ریوینیو مینوئل، جلد 1 کے تعارف کے صفحات XXV اور XXVI پر دعویٰ کی حمایت میں کچھ نہیں ملتا ہے، کہ حاصل کی گئی اراضی اناج نہیں تھی بلکہ خالص اور سادہ جائیداد تھی۔ یہ ایک غیر متنازعہ حقیقت ہے کہ حاصل شدہ زمینوں کا اندازہ آسام ایکٹ نمبر XXIV آف 1948 کے ذریعے حصول کے

ساتھ کیا گیا تھا۔ جو آسام لینڈ (استدعا اور حصول) ایکٹ، 1948 کی منظوری سے پہلے منظور کیا گیا تھا۔ یہ سچ ہو سکتا ہے کہ 1876 سے پہلے منظور کیے گئے قوانین میں "خصوصی کاشت" کے الفاظ ظاہر نہ ہوں لیکن اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حاصل کی گئی اراضی کمپنی کو فیس سادہ اسٹیٹ کے طور پر فروخت کی گئی تھی، خالص اور سادہ اور اس کی وجہ سے کمپنی فیس سادہ اسٹیٹ کی طرح زمین کی مالک بن گئی۔ مختلف اوقات میں منظور کیے گئے یہ قوانین آسام لینڈ ریونیو مینوئل اور اس کتاب کے ایک حصے کے ان قوانین میں شامل ہیں۔ ان حالات میں، مجھے یقین ہے کہ حاصل شدہ زمینیں خصوصی کاشت کاری کے لیے عطیہ ہیں۔

اوپر دیے گئے شواہد سے، میں دعویٰ دار کی اس دلیل کو قبول کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں کہ جب زمینوں کا مطالبہ کیا گیا تو وہاں جھاڑی، جھاڑی والے درخت اور پودے وغیرہ تھے۔ شواہد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باغ کے مزدوروں نے باغ کے کرایے کی ادائیگی پر تلے کی ڈھلوان پر کبھی کبھی پودے بھی اگائے تھے۔ لہذا اس کا مطلب یہ نہیں لگایا جاسکتا کہ زمینوں کو باغ نے اس مقصد کے لیے استعمال کیا تھا جس کے لیے وہ دی گئی تھیں۔ دعویٰ دار کسی بھی دستاویزی ثبوت کے ساتھ یہ ظاہر کرنے میں ناکام رہا ہے کہ زمینوں کے حصول سے پہلے حاصل کردہ زمینوں کے کچھ حصے میں دھان اور جھاڑی کی کاشت کی گئی تھی۔ دوسری طرف، اعتراض کنندہ کے گواہوں، جن میں سے کچھ سرکاری گواہ ہیں، نے کہا کہ مطالبے کے وقت زمینیں خالی پڑی تھیں۔ اس لیے مجھے اس دلیل میں کوئی بنیاد نظر نہیں آتی کہ زمینیں زیر زمین، غیر کاشت شدہ یا اس وقت استعمال نہیں کی گئیں جب ان کا مطالبہ کیا گیا تھا۔"

تفصیلی غور و فکر کے بعد، یہ فیصلہ کیا گیا کہ زمین غیر کاشت شدہ تھی اور اس وقت غیر استعمال شدہ نہیں تھی جب جائیداد کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ عدالت عالیہ کے ڈویژن بنچ نے دوبارہ مطالبے کی تاریخ کے مطابق عطیہ کی نوعیت، حصول کی نوعیت اور زمین کے حقیقی قبضے کی نوعیت پر تفصیل سے غور کیا اور اس نے پہلی اپیل نمبر 67-68/69 میں اس عدالت ایک اور ڈویژن بنچ کے فیصلے پر انحصار کیا جس نے 23 فروری 1982 کو فیصلہ کیا اور اس طرح نتیجہ اخذ کیا:

"زمین کی آسانی میں بیان محاورہ جس کے حوالے سے کوئی تصفیہ خصوصی کاشت کے لیے کیا گیا ہے یا جو کسی عطیہ میں شامل ہے، اگر ایسی زمین زیر زمین پڑی ہے یا غیر کاشت شدہ ہے یا اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کی گئی ہے جس کے لیے عطیہ یا تصفیہ کیا گیا تھا یا ان مقاصد کے لیے غیر متزلزل ہے، تو اس کی مربوط اور عملی تشریح کی جانی چاہیے، 'زیر زمین' یا 'کاشت شدہ' الفاظ کو بھی خصوصی کاشت کے تصور کے تناظر میں سمجھا جا رہا ہے جس کے لیے گرانٹ کا مطلب تھا۔ 'ویسٹر کی نیوٹو بیٹھتھ سچری ڈکشنری کے مطابق، 'فالو'

کا مطلب ہے اور جس نے گھاس پھوس کو مارنے، مٹی کو ریپر بنانے وغیرہ کے لیے ایک سال یا اس سے زیادہ عرصے تک بغیر تلچھٹ یا بغیر بیج کے رکھی ہو۔ اس کا مطلب ہے کاشت شدہ یا پودے لگا کر چھوڑ دیا گیا۔ اسی ڈکشنری کے مطابق، استعمال کا مطلب استعمال کرنا یا استعمال کیا جانا ہے۔ استعمال کرنا منافع بخش حساب یا استعمال کرنا ہے، مفید بنانا، قدرتی وسائل کا استعمال کرنا۔ اس طرح، تینوں تاثرات، یعنی زیر زمین، غیر کاشت شدہ اور غیر استعمال شدہ، کو خصوصی کاشت کے تناظر میں سمجھنا ہوگا جس کے لیے گرانٹ دی گئی تھی، خاص کاشت کے لیے غیر ملکی مقصد کے لیے زمین کی کاشت یا زمین کو اس مقصد کے لیے استعمال کرنا جو گرانٹ سے مختلف ہے، اتنی ہی کاشت یا غیر استعمال ہوگی۔

مذکورہ اصول کو لاگو کرتے ہوئے ہمیں ریفرنس عدالت کے نتائج میں کوئی کمزوری نظر نہیں آتی کہ اس معاملے میں شامل زمین ایکٹ کی دفعہ 7(1 اے) کے تحت آتی ہے اور یہ ایکٹ کی دفعہ 7(1) کے تحت نہیں آتی۔ اس معاملے کے اس نظریے میں بعینہ اور جما بنڈی کی درجہ بندی جو زمین کے استعمال کی نشاندہی نہیں کرتی ہے غیر متعلقہ ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ، جما بنڈی کی تاریخ 5 نومبر 1959 ہے جبکہ زمین غیر متعلقہ ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ، جما بنڈی کی تاریخ 5 نومبر 1959 ہے جبکہ اس زمین کا مطالبہ 1954 میں کیا گیا تھا اور اس کے بعد 1959 میں نوٹیفیکیشن کے ذریعے حاصل کیا گیا تھا۔

مذکورہ تناسب کا اطلاق اس معاملے کے حقائق پر کیا گیا تھا اور یہ قرار دیا گیا تھا کہ چونکہ زمینیں زیر زمین غیر کاشت شدہ زمینیں تھیں اس لیے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا گیا اور اسی کے مطابق یہ قرار دیا گیا کہ دفعہ 7(1 اے) لاگو نہیں تھی۔ اگرچہ شری چودھری نے ہمیں یہ بتانے کی کوشش کی کہ زمین زیر زمین ہے اور اس لیے یہ زمین دفعہ 7(1 اے) کے تحت آتی ہے، جسے بیان اور عطیہ کے تحت دیکھا جائے گا جو یہ ثابت کرے گا کہ زمینوں کو خصوصی کاشت کے لیے عطیہ کے ذریعے تفویض کیا گیا تھا۔ 1964 کے آسام ایکٹ کے تحت، دفعہ 11 کی ذیلی دفعہ (2) کے تحت "خصوصی کاشت" کے بارے میں ابہام کو دور کرنے کے لیے، اس بیان کا حورہ کی تعریف کاشت کاری کے طور پر کی گئی ہے جس میں یا تو فصل کی نوعیت کی وجہ سے یا کاشت کے عمل کی وجہ سے، ریاست کے زیادہ تر کاشتکاروں کے خرچ کردہ سرمائے سے فی ایکڑ کا بہت زیادہ خرچ شامل ہے اور اس میں چائے کی کاشت بھی شامل ہے۔ یہ دیکھا جائے گا کہ خصوصی کاشت کا مقصد ریاست میں کاشتکاروں کے ذریعہ کاشت کے لیے کیے جانے والے اخراجات سے فی ایکڑ زیادہ سرمایہ خرچ کرنے والی کاشت کاری اور چائے کی کاشت بھی شامل ہے جس میں خصوصی کاشت کے خلاف زیادہ سرمایہ خرچ کی زیادہ سرمایہ کاری شامل ہوتی ہے۔ ریفرنس عدالت کے ساتھ ساتھ عدالت عالیہ کی طرف سے درج کردہ ہم آہنگی کے نتائج کے

پیش نظر کہ زمین زیر زمین، غیر کاشت شدہ یا بنجر زمین رہی، لازمی طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ گرانٹ میں یہ شامل ہے کہ زمین خصوصی کاشت کے لیے تھی۔ نچتا، دفعہ (1) 7 کا ایکٹ کے تحت حصول کی تاریخ تک موجودہ نرخ بازار کے مطابق معاوضے کے تعین پر کوئی اطلاق نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں پاتے کہ یہ قانون من مانی ہے۔ مذکورہ بالا فیصلے میں پانچ ججوں کی مکمل بنچ نے اکثریت کے مطابق تفصیل سے اس سوال پر غور کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ دفعہ 7 (1) من مانی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حکومت کی طرف سے زمین تفویض کی گئی ہے، جب اس کی ضرورت عوامی مقصد کے لیے ہوتی ہے، تو اس کے بدلے میں تفویض کنندہ کو جو ملے گا وہ زمینی محصول ہے؛ اس کے استعمال اور لطف اٹھانے کے بعد، اسے ایکٹ کی دفعہ 7 (1) کے تحت تصور کردہ زمینی محصول کی ادائیگی کے ساتھ معاوضہ دیا جائے گا۔ اس عدالت کئی فیصلوں بشمول آئینی بنچ کے ذریعے یہ طے شدہ قانون ہے کہ معاوضے کے تعین کے لیے اصول کا تعین آئین کے آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ بھیم سنگھ جی بنام یونین آف بھارت میں، اس عدالت کی آئینی بنچ نے فیصلہ دیا ہے کہ دفعہ (ii) 6 کے تحت سیلنگ ایکٹ کے تحت حاصل کی گئی اضافی خالی زمین کے معاوضے کی ادائیگی روپے 2,00,000 کی رقم میں فریب نہیں تھی۔ اس نقطہ نظر سے، ہمارا خیال ہے کہ دفعہ 7 (1) کے تحت معاوضے کا تعین آئین کے آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ آسام عدالت عالیہ کے پانچ ججوں کی مکمل بنچ کی اکثریت نے اس مسئلے کو درست طریقے سے ختم کیا ہے۔ اس کے مطابق، ہم یہ مانتے ہیں کہ متنازعہ فیصلے میں کوئی غیر قانونی حیثیت نہیں ہے۔ مزید برآں، جب عدالت عالیہ نے مستقل طور پر کسی مقامی قانون کی تشریح کسی خاص طریقے سے کی ہے، تو یہ عدالت ان کی تشریح میں خلل ڈالنے میں سست روی کا مظاہرہ کرے گی جب تک کہ مجبور کرنے والے حالات اس کی ضمانت نہ دیں۔ عدالت عالیہ نے مداخلت کی ضمانت دینے والے معاوضے کے تعین میں قانون کے غلط اصول کا اطلاق نہیں کیا ہے۔

اپیل کو اسی کے مطابق مسترد کر دیا جاتا ہے لیکن، حالات میں، بغیر کسی اخراجات کے۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔